بھوت پریت

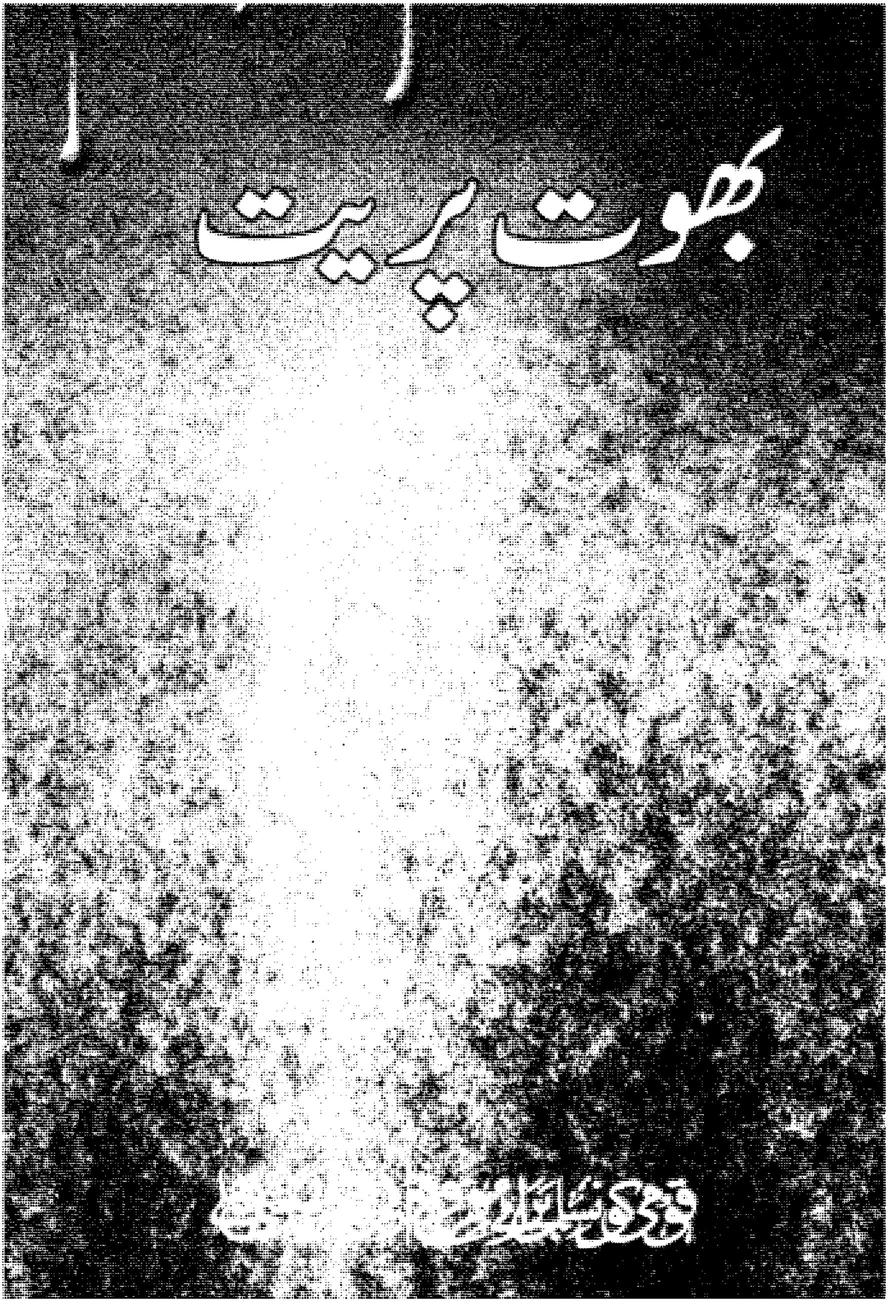

بھوت پریت

تعلیمِ بالغان کے لیے

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	1978
تیسری طباعت	:	2011
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/9 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	817

Bhoot Parait

ISBN :978-81-7587-578-4

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی 110025
فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر. کے. پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر: 26109746، فیکس: 26108159
ای میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: جے. کے. آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد، دہلی-110006
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب

ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ تنقیدیں اور دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم وفنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ
ڈائرکٹر

بھوت پریت

"اُس مکان میں رہتے ہوئے عزیز میاں کو تین ہی دن ہوتے ہوں گے کہ ایک صُبح یہ واقعہ پیش آیا"—— فقیر محمد نے عجیب و غریب انداز میں آنکھیں گھُماتے ہوئے کہنا شروع کیا—— "صُبح کے ساڑھے چار بجے ہوں گے کہ اِک دَم اُن کی آنکھ کھُل گئی۔ کوئی زور زور سے گھر کا دَروازہ پیٹ رہا تھا۔ میاں نے بِستر میں لیٹے لیٹے ہی آواز لگائی: "کون ہے؟" لیکن جواب ندارد۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر پھر سے دَستک ہوئی۔ میاں نے پھر پُوچھا—— "کون ہے؟" لیکن پھر کوئی جواب نہیں مِلا۔ تیسری بار پھر دروازہ پیٹا گیا تو وہ جھنجھلا کر اُٹھے اور کڑک کر پُوچھا۔

"اَرے کون ہے؟ بولتے کیوں نہیں؟"

"—— میں ہوں، دَروازہ کھولو"

باہر سے ایک نحیف سی آواز سُنائی دی۔ عزیز میاں نے گھر کا دَروازہ کھول دیا"

عزیز میاں کا قِصّہ سُناتے ہوئے فقیر محمد ایک لمحے کے لیے رُکا۔ وہاں موجُود سب لوگوں کی نظریں اُس کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ فقیر محمد

کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا، اُس کی گول گول آنکھوں میں حیرانیاں تیر رہی تھیں اور ہونٹ پھڑک رہے تھے۔ اُس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"عزیز میاں نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے دروازے پر تازہ سفید کفن میں لپٹا ہوا ایک اَدھیڑ عمر آدمی کھڑا ہے۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی اور گردن پر زخم کا بڑا سا نشان تھا۔ زخم سے خون ٹپک رہا تھا۔ اُس کے جسم سے کافور کے بھپکے اُڑ رہے تھے۔

اپنے سامنے ایک مُردے کو اِس طرح کھڑا دیکھ کر میاں ڈر گئے اور تھر تھر کانپنے لگے۔ لیکن پھر بھی انھوں نے ہمّت کر کے پُوچھا

"کون ہو تم؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

میاں کا یہ سوال سُن کر وہ اپنی گردن ٹیڑھی کر کے بڑے بھیانک انداز میں زور سے ہنسنے لگا اور بولا۔

"—خوب، بہت خوب، مجھ سے پُوچھ رہے ہو کہ میں کون ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں؟ سنو، یہ گھر میرا ہے۔ یہاں تم نہیں رہ سکتے۔ اِسے فوراً خالی کر دو، ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔" یہ کہہ کر وہ پھر ہنسنے لگا اور اِک دَم غائب ہو گیا۔"

بس، اسی دن سے میاں کو جو بُخار چڑھا تو موت سے پہلے نہیں اُترا۔بات یہ ہے کہ کئی سال پہلے اس مکان میں ایک قتل ہو گیا تھا۔ مرنے والا اَدھیڑ عُمر کا آدمی تھا جو بعد میں بھُوت بن گیا اور لوگوں کو ستانے لگا۔ میاں کو سب نے سمجھایا تھا کہ بھُوت والا مکان مت لو لیکن اُنھوں نے کم کرائے کی وجہ سے وہی مکان لے لیا تھا اور آخرکار وہی اُن کی موت کا باعث بنا۔اِس لیے ہم تو کہتے ہیں کہ آپ بھی یہ مکان کرائے پر نہ لیں۔ بال بچّوں والے آدمی ہیں۔ خُدا نہ کرے کہ آپ پر کوئی مصیبت آئے۔" فقیر محمّد نے مجھے سمجھاتے ہوئے

ہم دردی جتائی۔

سب لوگ اُس کی تائید کرنے لگے " بابو جی آپ یہ بھتیالا مکان نہ لیں ورنہ خواہ مخواہ چکر میں پڑ جائیں گے "

میں بھوت پریت پر یقین نہیں رکھتا۔ اس لیے اُن سے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب میں نے فقیر محمد سے یہ پُوچھا کہ کیوں بھائی کیا تم نے خود اپنی آنکھوں سے بھوت کو دیکھا ہے تو اُس نے انکار میں جواب دیا۔ وہاں موجود سبھی لوگوں سے میں نے باری باری یہی سوال کیا کہ تمھارے اپنے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو تو کہو، دوسروں کی بات میں نہیں مانتا۔ لیکن اُن میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جس نے بھوت کو دیکھا ہو، پھر بھی دوسروں سے سُنی سُنائی باتوں کی بُنیاد پر بھوت سے ڈرتے سبھی تھے۔

میں نے وہ مکان کرائے پر لے لیا۔ اسی مکان میں رہتے ہوئے مجھے بارہ سال گزر چکے ہیں۔ اسی مکان میں میرے یہاں تین بچّے بھی پیدا ہوئے لیکن ہم میں سے کسی کو بھی آج تک کوئی بھوت پریت دکھائی نہیں دیا۔ ستانے کی بات تو دُور کی ہے۔

ہمارے مُلک میں بھوت پریتوں کے قصّے بہت عام ہیں۔ شہروں کے مقابلے میں گاؤں میں اس قسم کی باتوں کا بہت زور ہے۔ اکثر اس قسم کی باتیں بھی سُننے میں آتی رہتی ہیں کہ فلاں مرد یا عورت پر بھوت پریت کے اثرات ہیں۔ فلاں شخص پر آسیب کا سایہ ہے۔ کھنڈر یا سُونے مکانوں کو لوگ بہت آسانی کے ساتھ بھوتوں کا مسکن قرار دیتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ برگد یا پیپل کے کسی گھنے درخت کے بارے میں یہ بات مشہور ہو جاتی ہے کہ اُس پر بھوت رہتا ہے اور اُس کے نیچے سے گزرنے والوں کو

ستاتا ہے۔ پھر لوگ اُس بھُوت کے بارے میں مختلف قِصّے اور کہانیاں سُنانے لگتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔

کمزور دِل و دماغ والے ڈرپوک لوگوں کے لیے کوئی بھی چیز ہوّا بن جاتی ہے۔ اندھیرے میں پڑی ہوئی رسّی کو وہ سانپ سمجھ بیٹھتے ہیں اور انھیں ایسا لگتا ہے جیسے وہ سانپ سرسراتا ہوا اُن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ اسے دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے والوں کا خوف کبھی دُور نہیں ہوتا۔ اگر وہ کچھ ہِمّت سے کام لیں اور اُسے غور سے دیکھنے کی کوشش کریں تب اُن پر ساری اصلیت ظاہر ہو جائے گی اور وہ رسّی کو رسّی ہی سمجھیں گے، اُسے سانپ سمجھ کر ڈریں گے نہیں۔

"وہم" دَراصل ایک ایسی بیماری ہے جس کا دُنیا میں کوئی علاج نہیں۔ آپ نے سُنا ہوگا وہم کی دوا حکیم لُقمان کے پاس بھی نہیں تھی۔ عِلم اور سائنس کی روشنی آج کل ایسے سارے اندھیروں کو دھیرے دھیرے دُور کرتی جا رہی ہے اور دُنیا ایک نئے دَور میں قدم رکھ رہی ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ ابھی تک بھُوت پریت کے وہم سے نہیں نکل سکے ہیں۔

سائنس اور عِلم وہم کے دُشمن ہوتے ہیں۔ دُنیا کے تقریباً سارے مذہبوں نے "وہم" سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ بُدھ مذہب کی تعلیمات میں بھی واضح طور پر کہا گیا ہے کہ بھُوت پریت کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ وہ محض اِنسان کا وہم ہوتے ہیں۔ ہر انسان کو وہم سے بچنا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے اس وہم کو اپنے سر میں لیے گھُومتے ہیں، پریشانیاں اُٹھاتے ہیں اور زندگی برباد کر لیتے ہیں۔

آدمی کے بے جا خوف نے جہاں ایک طرف "وہم" کی شکل میں بھوت پریت کو جنم دیا ہے وہاں دوسری طرف بھوت پریت کے خوف نے بھوت پریت اُتارنے والے لوگوں، عامل اور سیانوں کو بھی پیدا کیا۔ یہ عجیب و غریب حُلیے بنائے رکھتے ہیں۔ عجیب و غریب حرکتیں کرتے ہیں اور کسی طور اپنی روٹی روزی کا سلسلہ بنائے رکھتے ہیں۔ ان کی روٹی اور روزی کا دارومدار ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو خود کو بھوت پریت کے وہم میں مبتلا کیے رہتے ہیں۔ بھولی بھالی عورتیں اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے چنگل میں پھنسا کر یہ لوگ اُن سے روپیہ پیسہ اینٹھتے رہتے ہیں۔ بہت سی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہم میں مبتلا لوگوں کی جان بھوت پریت کی بجائے یہ خود لے لیتے ہیں۔

ابھی کچھ ہی دنوں پہلے کا واقعہ ہے۔ تاج پور میں ایک نوجوان لڑکی کسی دماغی بیماری کا شکار ہو گئی۔ وہ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتی اور اس کے ساتھ عجیب و غریب حرکتیں بھی۔ والدین کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ انھوں نے اس لڑکی کا بہتیرا علاج کرایا لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ لڑکی کی حالت دن بہ دن بگڑتی گئی۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس پر بھوت پریت وغیرہ کا اثر ہے اس لیے کسی "سیانے" کو بتانا چاہیے۔ وہی اس کا علاج کر سکتا ہے۔

ماں باپ بے چارے پریشان تو تھے ہی وہ اسے ایک "سیانے" کے پاس لے گئے۔ "سیانے" نے بہت دیر تک "چھو چھا" کرنے اور "منتر" وغیرہ پڑھنے کے بعد کہا کہ اس لڑکی پر ایک بھوت کا اثر ہے۔ بھوت اُتارنے کے لیے اُس نے گرم سلاخوں سے لڑکی کے جسم پر جگہ جگہ داغ لگائے۔ جب گرم

سلاخوں سے لڑکی کے جسم پر داغ لگائے گئے تو درد کی شدت سے لڑکی تڑپ تڑپ کر چیخنے لگی۔

اس منظر کو دیکھ کر لڑکی کے والدین بے قابو ہو گئے لیکن سیانے نے انھیں یقین دلایا کہ گرم سلاخیں داغنے سے لڑکی کو کوئی تکلیف نہیں ہو رہی ہے بلکہ ساری تکلیفیں اُس بھوت کو پہنچائی جا رہی ہیں جو لڑکی کے جسم میں گھس گیا ہے۔ اس طرح تکلیف پہنچانے پر وہ لڑکی کا پیچھا چھوڑ دے گا۔ اس لیے گھبرانے یا فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ لڑکی کے والدین بے چارے اپنے دل پر جبر کر کے خاموش رہے۔

گرم سلاخیں داغے جانے پر کچھ دیر تک تو لڑکی چیخیں مارتی رہی پھر اُس کی چیخیں بند ہو گئیں۔ لڑکی بیمار اور کمزور تھی۔ وہ اس اذیت ناک تکلیف کو برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔ "سیانے" نے بے ہوش لڑکی کے جسم پر ایک چادر ڈال دی اور کہا کہ اب اسے گھر لے جاؤ، بھوت اُتر چکا ہے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ تب تک اُس لڑکی کی موت واقع ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کی رپورٹ پولیس میں درج کرائی گئی۔ پولیس نے لڑکی کے قتل کے جرم میں "سیانے" کو گرفتار کر لیا۔ عدالت نے اُسے سزا بھی دی لیکن اُن غریب والدین کے دل پر کیا گزری ہوگی جو ہمیشہ کے لیے اپنی لڑکی سے محروم ہو گئے۔

اخبارات میں آئے دن اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مانوت میں ایک سیانے کے کہنے میں آکر ایک شخص نے کئی بے گناہ

اور معصوم لوگوں کی جانیں لے لیں۔ انسانی قربانی کی خاطر ہونے والے قتل کی اِن وارداتوں نے نہ صرف مانوت بلکہ قرب و جوار کے تمام علاقوں میں زبردست خوف اور دہشت پھیلا دی تھی۔

گورداس پور میں ایک سیانے کی ہدایت پر بھوت اُتارنے کے لیے گھر کے سب لوگوں کی موجودگی میں ایک معصوم لڑکے کی قربانی دی گئی۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھو منتر کرنے اور بھوت اُتارنے کے بہانے عامل اور سیانے سیدھی سادی عورتوں کی عزّت سے کھیلنے لگتے ہیں اور اِس کی آڑ میں اپنی ہوَس کی آگ بجھانے لگتے ہیں۔ اُن کی ہوَس کا شکار ہو جانے والی عورتیں شرم اور بدنامی کے خوف سے خاموش رہتی ہیں اور اُن کی ہوَس کا کھیل جاری رہتا ہے۔ کبھی کبھی جب راز فاش ہو جاتا ہے تو سنسنی پھیل جاتی ہے۔ اِس قسم کے واقعات کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ اگر اُن پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے یہی کافی ہے۔

بھوت پریت صرف ہمارا "وہم" ہوتے ہیں۔ اُن کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ کمزور قوّتِ ارادی رکھنے والے لوگ بِلا وجہ اِس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ ڈرپوک، کمزور اور بیمار لوگ ہی اِس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں اور مَردوں کی بہ نسبت عورتوں میں یہ وہم زیادہ ہوتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے صحت مند اور مضبوط قوتِ ارادی والے لوگوں کو کبھی بھوت سے ڈرتے نہیں دیکھا گیا۔

ہمارے ایک دوست ہیں عبدالمنان۔ مضبوط ارادے کے آدمی ہیں۔ انھوں نے ہمیں اپنے بچپن کا ایک قِصّہ سُنایا۔ اُن کا مکان شہر سے دُور کسی علاقے میں تھا۔ شہر سے مکان تک جانے کا جو راستہ تھا اُس کے بیچ پیپل کا ایک بہت پُرانا درخت تھا جس کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اس پر بھُوت رہتا ہے۔ راستہ چونکہ ایک ہی تھا اِس لیے لوگوں کو مجبوراً اُسی سے گزُرنا پڑتا تھا۔ اُس راستے سے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لیے دن میں اُدھر سے گزُرنا کوئی ڈر کی بات نہیں تھی۔ دوسرے یہ کہ دن میں روشنی بھی رہتی تھی اِس لیے ادھر سے گزُرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا تھا۔ لیکن رات کو اُدھر سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذِکر ہے کہ عبدالمنّان کسی ضروری کام کے سِلسلے میں شہر گئے ہوئے تھے۔ انھیں وہاں بہت دیر ہو گئی۔ جب گھر لوٹنے لگے تو شام ہو چُکی تھی۔ دھیرے دھیرے اندھیرا پھیل رہا تھا۔ جب وہ پیپل کے قریب پہنچے تو وہاں پیپل کے نیچے انھیں ایک سایہ نظر آیا جو کسی آدمی کی طرح تھا۔ وہ سایہ دھیرے دھیرے اُن کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالمنان کی گھِگھّی بندھ گئی۔ پیپل کے بھُوت کے تصوّر سے خوف کے مارے اُن کا بُرا حال ہو گیا۔ جی چاہا کہ پلٹ کر بھاگ جائیں۔ لیکن بھاگ کر جاتے کہاں؟ گھر پہنچنے کے لیے پھر اُسی راہ پر آنا پڑتا۔ انھوں نے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کی اور زور سے پُوچھا کون ہے؟ اتنی دیر میں وہ سایہ اُن کے بہت قریب آگیا اور بولا۔ "بیگم پورے کا راستہ کِدھر ہے بھائی؟"

انھوں نے ہمّت کرکے پُوچھا۔" آپ کون ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں؟"

وہ بولا " میں نرسنگھ پور سے آ رہا ہوں ۔ یہاں آکر راستہ بھٹک گیا ہوں ۔ بیگم پورے میں میرے ایک عزیز رہتے ہیں وزیر حسن صاحب۔ وکیل ہیں ، بس انھیں کے یہاں جانا چاہتا ہوں "

عبدالمنّان دل ہی دل میں ڈرنے لگے ۔ انھوں نے سُن رکھا تھا کہ بھُوت مختلف شکلیں بدل کر لوگوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں ۔ وہ سوچنے لگے کہ کہیں یہ بھُوت تو نہیں جو مجھے اپنے چُنگل میں لینے کے لیے کوئی چال چل رہا ہے ۔ یہ سوچ کر انھوں نے پُوچھا ــــ" وزیر حسن صاحب کے یہاں کیا کام ہے ؟"

وہ بولا " اُن کی امّاں کی طبیعت خراب ہے ۔ وہ رِشتے میں میری پھُوپھی ہوتی ہیں ۔ میں اُن کی عیادت کے لیے آیا ہوں "

عبدالمنّان نے کہا ــــ" آپ میرے ساتھ چلیے ۔ میں وہیں جا رہا ہوں "

" اچھا ــــ" کہہ کر وہ اُن کے ساتھ چلنے لگا ۔ وزیر حسن صاحب عبدالمنّان کے بالکل پڑوس ہی میں رہتے تھے اور واقعی دو دن سے اُن کی والدہ کی طبیعت بہت خراب تھی ۔ لیکن عبدالمنّان کے دل میں رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ کہیں یہ کم بخت کوئی بھُوت تو نہیں ہے جو مجھے اپنے چکّر میں لینے کے لیے کوئی چال چل رہا ہے ۔

تھوڑی دیر بعد وہ وزیر حسن صاحب کے مکان پر پہنچ گئے اور انھیں آواز دی ۔ وزیر حسن صاحب اُن سے بڑے تپاک سے ملے اور انھیں گھر کے اندر لے گئے ۔ انھوں نے عبدالمنّان کا شکریہ بھی ادا کیا

جس نے انھیں وزیر حسن صاحب کے مکان تک پہنچنے میں مدد دی تھی۔

اب ذرا سوچیے کہ عبدالمنان اگر اُس رات کو پیپل کے درخت کے قریب اُس سائے کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تو اُن پر عُمر بھر یہ نہیں کھلتا کہ وہ سایہ پیپل کے بھوت کا نہیں بلکہ وزیر حسن صاحب کے رشتے کے بھائی کا ہے بلکہ جب لوگوں میں بھوت پریت کے بارے میں بات ہوتی تو عبدالمنان بھی سب کو اپنا قصّہ سناتے کہ ایک رات پیپل کا بھوت کس طرح اُن کی طرف بڑھا اور وہ کیوں کر وہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اِس طرح اُن کا قِصّہ سُننے والے لوگ بھی اُنھی کی طرح وہم کے شکار ہو جاتے اور پیپل کے اُس بھوت کے وجود پر یقین کر لیتے جو درحقیقت تھا ہی نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بھوت، چڑیل اور بیتال وغیرہ صرف اُن ہی لوگوں کو ستایا کرتے ہیں جو اُن کو مانتے ہیں اور اُن سے ڈرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اُن کے وجود کے قایل نہیں ہوتے، اُن پر یقین نہیں رکھتے انھیں بھوت پریت کبھی نہیں ستاتے۔

سماج میں پھیلے ہوئے بھوت پریت کے وہم اور اندھے عقیدوں کو ختم کرنے میں عورتیں سب سے بڑا رول انجام دے سکتی ہیں۔ اگر وہ اپنی ذمّے داری کو محسوس کریں تو سماج میں پھیلی ہوئی اِس بُرائی کو مِٹا کر اَن گِنت لوگوں کو اس سے نجات دِلا سکتی ہیں۔

دراصل ہوتا یہ ہے کہ اکثر مائیں اپنے بچّوں کی ضد سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یا اُن کی شرارتوں سے تنگ آ کر کُتّے، بِلّی، خیالی ہوّے یا کسی اور چیز سے ڈرانے لگتی ہیں۔ اس طرح وہ اپنا مسئلہ

کسی نہ کسی حد تک حل کر لیتی ہیں کیونکہ بچّہ ڈر کر اُن کا کہا مان لیتا ہے۔ اِس طرح وقتی طور پر وہ بچّے کو خاموش کرنے میں تو کامیاب ہو جاتی ہیں لیکن اُن کے اِس عمل سے بچّے کے دل و دماغ پر کیا اثرات پڑتے ہیں ، اِس کے بارے میں وہ کبھی غور نہیں کرتیں ۔ بچپن میں اِس طرح ڈرائے جانے پر بچّے ڈرپوک اور بُزدل بن جاتے ہیں ۔ وہ کسی سُونے مقام پر تنہا جاتے ہوئے ڈرتے ہیں ۔ اندھیرے سے بھی خوف کھاتے ہیں ۔ اُن کے ننّھے مُنّے دماغوں پر خوف اتنا حاوی ہو جاتا ہے کہ بڑے ہونے کے بعد بھی وہ اُس سے پُوری طرح اپنا پیچھا نہیں چھُڑا پاتے ۔

بہت سی عورتیں اپنے بچّوں کو بھُوت پریت کی کہانیاں مزے لے لے کر سُناتی ہیں اور جب ان کہانیوں کو سُن کر بچّے حیرت اور مسرّت کا اظہار کرتے ہیں تو وہ بھی خوش ہوتی ہیں ـــــ بچّے ایسی حیرت ناک کہانیوں کو سُن کر حیران بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی لیکن بعد میں وہ اپنے دماغوں میں بھُوتوں اور چُڑیلوں کی خیالی تصویریں بنانے لگتے ہیں اور پھر اُن سے ڈرنے بھی لگتے ہیں ۔ اِس لیے ماؤں کو چاہیے کہ وہ بچّوں کو اِس قسم کی کہانیاں نہ سُنائیں ۔ اگر بچّے اپنے دوستوں وغیرہ سے ایسی کہانیاں سُن کر آئیں اور ان کا ذکر کریں تو اُن کو اپنے پاس بِٹھا کر پیار سے یہ بات سمجھا دینی چاہیے کہ بھُوت چُڑیل وغیرہ کا کوئی وجود نہیں ہوتا ۔ یہ دراصل ہمارا وہم ہوتے ہیں جو خیالی شکل لے کر ہمارے دماغوں میں اُبھر آتے ہیں اِس لیے ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو ہے ہی نہیں

اُس سے ڈرتے رہنا کتنی بے وقوفی کی بات ہے۔

ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچّوں کو ہمیشہ ہمّت، جُرأت اور بہادری کی کہانیاں سُنائیں تاکہ وہ بہادر اور ہمّت والے بنیں۔ اگر انھیں بھوت پریت وغیرہ کی کہانیاں سُنائی جائیں گی تو وہ بُزدل اور ڈرپوک بن جائیں گے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

[illegible]

مرتبہ : محمد قاسم صدیقی

صفحات: 31

قیمت : -/7 روپے

[illegible]

مصنف: گلزار

صفحات: 32

قیمت : -/30 روپے

[illegible]

مصنفہ : سیما پرویز

صفحات: 64

قیمت : -/12 روپے

آدم زاد پری لوک میں

مصنف: ضمیر درویش

صفحات: 110

قیمت : -/12 روپے

[illegible]

مصنف: انیتا ڈیسائی

مترجم : صدیق الرحمٰن قدوائی

صفحات: 80

قیمت : -/65 روپے

چار درویشوں کا قصہ

مرتب : نورالحسن نقوی

صفحات: 95

قیمت : -/16 روپے

₹ 9.00

ISBN 978-81-7587-578-4

9 788175 875784

कौमी काउन्सिल बराए फरोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025